ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan-Mar 2026.Page#.2830-2845
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Role of High Moral Values in Contemporary Stability: A Research Study in the Light of "And Indeed, You Are of Great Moral Character"

معاشرے کے استحکام میں اعلی اخلاقی اقدار کا کردار
وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Mehdi Zaman
MPhil Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad, Pakistan
Dr. Hafiz Mohsin Zia Qazi
Associate Professor, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad, Pakistan

Abstract
Morality constitutes the fundamental essence of human life, establishing a vital link between an individual's inner self and outward conduct. Since human beings live within a social framework, moral values are indispensable not only for personal fulfillment but also for collective survival and social stability. Without ethical principles, human relationships cannot remain strong, nor can any society achieve sustainable development. Islam does not confine morality to mere words or theoretical texts; rather, it presents it in the form of a complete and practical model. The Qur'an describes the moral character of the Prophet Muhammad ﷺ in the words "And indeed, you are of a great moral character (Wa innaka la'alā khuluqin 'aẓīm)", declaring it the highest moral standard in human history. The life of the Prophet ﷺ embodies justice, mercy, forgiveness, trustworthiness, and respect for humanity, which transformed a fragmented and morally deteriorated society into an organized and balanced social order. The noble character of the Prophet ﷺ fostered trust, justice, and mutual respect in social life, leading to social harmony and stability. In the context of the contemporary moral crisis, this reality becomes even more evident: it is the higher moral values that serve as the true guarantee of peace, unity, and sustainability of any society. This study highlights that an ethical system grounded in the Prophetic model (Seerah of the Prophet ﷺ) provides a comprehensive and effective foundation for social stability.
Keywords: *Moral Values, Social Stability, Prophetic Ethics (Seerah), Respect for Humanity, Islamic Moral System*

ملخص

اخلاق انسانی زندگی کا بنیادی جوہر ہے جو فرد کے باطن اور اس کے ظاہری کردار کے درمیان ربط قائم کرتا ہے۔۔ چونکہ انسان ایک معاشرے میں رہتا ہے، اس لیے اخلاق اس کی انفرادی تکمیل کے ساتھ ساتھ اجتماعی بقا اور معاشرتی استحکام کے لیے ناگزیر ہیں۔ اخلاقی اقدار کے بغیر نہ انسانی رشتے مضبوط رہ سکتے ہیں اور نہ کوئی معاشرہ پائیدار ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

اسلام نے اخلاق کو محض الفاظ اور کتاب تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک کامل عملی نمونے کی صورت میں پیش کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کو وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ[1] کہہ کر انسانی تاریخ کا اعلیٰ ترین اخلاقی معیار قرار دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت عدل، رحمت، عفو، امانت اور احترامِ انسانیت کی جامع تصویر ہے، جس نے ایک منتشر اور اخلاقی زوال کے شکار معاشرے کو منظم اور متوازن سماج میں تبدیل کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ عظیمہ نے معاشرتی زندگی میں اعتماد، انصاف اور باہمی احترام کو فروغ دیا، جس کے نتیجے میں سماجی ہم آہنگی اور استحکام پیدا ہوا۔ عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران کے تناظر میں یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار ہی کسی معاشرے کے امن، وحدت اور پائیداری کی حقیقی ضمانت ہیں۔ یہی تحقیق اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ پر مبنی اخلاقی نظام معاشرتی استحکام کے لیے ایک ہمہ گیر اور مؤثر بنیاد فراہم کرتا ہے۔

اخلاق کی تعریف

اخلاق خلق کی جمع ہے جو عربی اور دوسری زبانوں میں عادت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[2]

امام غزالیؒ نے خُلق کی تعریف یوں کی ہے

نفس کی ایک ایسی کیفیت اور ہیت راسخ کا نام ہے جس کی وجہ سے سہولت فکر اور توجہ کے بغیر نفس سے اعمال صادر ہو سکیں ۔پس اگر یہ ہیت اس طرح قائم ہے کہ اس سے عقل اور شرح کی نظر میں اعمال حسنہ صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام خلق حسن ہے اور اس سے غیر محمود اعمال وجود میں آتے ہیں تو وہ خلق سیئہ ہے۔[3]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علم الاحسان یا علم الاخلاق کے بارے میں + فرماتے ہیں

یہ واضح رہے کہ شارع نے انسان کو ایجاب و تحریم کا جن اعمال کی بنا پر مکلف بنا یا ہے وہ یہ اعمال ہیں جن کی تحریک نفس کی ان کیفیات کے ذریعے ہوتی ہیں جو عالم آخرت میں نفس کے لیے مفید یا مضر ثابت ہوں گی، اس قسم کے اعمال سے دو طرح سے بحث کی جاتی ہے ایک اس حیثیت میں کہ وہ انسانی نفوس کو مہذب بنانے کا ذریعہ ہیں اور ان اعمال سے جو ملکات فاضلہ مقصود ہیں ان تک نفس کو پہنچانے کا آلہ ہیں اس کو علم الاحسان یا علم الاخلاق کہتے ہیں۔[4]

---

[1]۔ القرآن:68/4

[2]۔ محمد عبداللہ المعطی، مباحث فی الاخلاق (مصر: دارالہدی، ۱۹۸۳) ص ۱۰

[3]۔ امام غزالی، احیاالعلوم (بیروت: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۴ھ) ۳/ 234

[4]۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ البالغہ (لاہور: شیخ غلام علی سنز، سن) ۲/ ۱۱۰

ڈاکٹر عبد الغفار عمر حسن نے اخلاق کی ایک بہترین اور جامع تعریف کی ہے

اخلاق سے مراد وہ بہترین تصورات ،اصول اور اوصاف ہیں جن پر ایک پاکیزہ انسانی زندگی اور ایک صالح انسانی معاشرے کی بنا قائم ہو۔ [5]

درج بالا تعریفات سے اخلاق کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ بہترین اخلاق کے وجہ سے نہ صرف انفرادی زندگی بلکہ ایک خوبصورت، پرامن اور خوشحال معاشرے کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔

اخلاق کا مفہوم اور معاشرتی تناظر

معاشرتی تناظر میں اخلاق کو بنیادی ستون کی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ یہی وہ عنصر ہے جو افراد کے باہمی تعلقات کو منظم، متوازن اور بامقصد بناتا ہے۔ اخلاق انسان کے رویّوں، گفتار اور طرزِ عمل کو ایک ایسے ضابطے کے تحت لاتا ہے جو معاشرے میں اعتماد، تعاون اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ جب افراد اعلیٰ اخلاقی اقدار جیسے سچائی، امانت، عدل، احترامِ انسانیت اور رواداری کو اختیار کرتے ہیں تو معاشرتی رشتے مضبوط ہوتے ہیں اور باہمی تصادم کی بجائے باہمی تعاون کی فضا قائم ہوتی ہے۔ محمد بن احمد القرطبی لکھتے ہیں-

معاشرتی تناظر میں اخلاق کی اہمیت اس لیے مسلم ہے کہ یہی اقدار باہمی اعتماد، سماجی انصاف اور اجتماعی ذمہ داری کے شعور کو فروغ دیتی ہیں۔ سچائی، امانت، عدل، برداشت اور احترامِ انسانیت جیسے اخلاقی اصول معاشرے میں امن واستحکام کی بنیاد رکھتے ہیں۔ جب افراد اخلاقی اقدار کے پابند ہوتے ہیں تو سماجی تعاملات میں شفافیت پیدا ہوتی ہے، تنازعات میں کمی آتی ہے اور قانون کی بالادستی کو اخلاقی بنیاد میسر آتی ہے۔ اس کے برعکس اخلاقی زوال معاشرتی انتشار، بداعتمادی اور سماجی ناانصافی کو جنم دیتا ہے، جو کسی بھی معاشرے کی بنیادوں کو کمزور کر دیتا ہے۔[6]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اپنے نے سماجی معاملات میں بہتری پیدا ہوتی ہے اور معاشرے کے اندر عدم توازن کی روک تھام ممکن ہوتی ہے نیز قانون کی بالادستی کے ساتھ ساتھ ناانصافی، معاشرتی زوال اور بداعتمادی جیسے معاشرتی مسائل کا قلع قمع بھی ہوتا ہے۔ اسلامی تناظر میں اخلاق کی اہمیت کو مفسرِ قرآن اسماعیل بن عمر ابن کثیر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

اسلامی تناظر میں اخلاق کو معاشرتی اصلاح کا مرکزی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ اخلاقی اقدار کے بغیر نہ عادلانہ معاشرہ تشکیل پاسکتا ہے اور نہ انسانی وقار محفوظ رہ سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ عظیمہ کو قرآن نے

---

[5]۔ عبد الغفار حسن عمر، انتخاب حدیث (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶) ص ۵۶

[6]۔ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964)، 18:227

اعلیٰ ترین معیار قرار دیا، اور سیرتِ طیبہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اخلاقی قیادت نے ایک منتشر اور طبقاتی معاشرے کو ایک منظم، پر امن اور متوازن سماج میں تبدیل کر دیا۔[7]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم اور سنتِ مبارکہ ﷺ کی صورت میں اخلاق کو خصوصی اہمیت دی ہے کیونکہ اعلی اخلاقی اقدار کو بر قرار رکھنا ایک منظم اور پر امن معاشرے کی بنیاد ہے۔ شبلی نعمانیؒ اپنی تصنیف سیرت النبی ﷺ میں اخلاق کی اہمیت کو یوں بیان کرتے ہیں

اخلاق محض فرد کی ذاتی خوبی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر سماجی ضرورت ہیں، جو معاشرتی استحکام اور انسانی فلاح کی ضامن ہیں۔[8]

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

قرآنِ مجید کی یہ جامع اور بلیغ آیت نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کو محض ذاتی اوصاف کے طور پر نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اخلاقی شخصیت کے طور پر متعارف کراتی ہے۔ اس آیت میں لفظ خُلُق کے ساتھ عظیم کی صفت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ حضور ﷺ کے اخلاق وسعت، جامعیت اور کمال کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں، جو انفرادی کردار سازی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ قرآنی اسلوبِ بیان کے مطابق یہ آیت دراصل رسالتِ محمدی ﷺ کی صداقت ہے، جس میں اخلاق کو معاشرتی اصلاح، انسانی وقار اور تمدنی استحکام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ علامہ علی بن محمد خازن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیت گویا کہ '' مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ''کی تفسیر ہے کیونکہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قابلِ تعریف اَخلاق اور پسندیدہ اَفعال آپ کی ذاتِ مبارکہ سے ظاہر تھے اور جس کی ایسی شان ہو اس کی طرف جنون کی نسبت کرنا درست نہیں۔[9]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ آپ کی ذاتِ مبارکہ کا آئینہ دار تھے اور کفار و مشرکین آپ کا جنون کو آپ کی نسبت قرار دینا بے بنیاد اور من گھڑت تھا۔

مفسر قرآنِ، ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ

بنو سواد کے ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے یہی فرما کر پھر آیت وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ پڑھی اس نے کہا: کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا" : سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پکایا اور حفصہ نے بھی، میں نے اپنی لونڈی سے کہا: دیکھ اگر میرے کھانے سے پہلے حفصہ کے ہاں کا کھانا آ جائے تو برتن

7۔ اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (ریاض: دار طیبہ، 1999)، 8:245

8۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ (لاہور: دار الاشاعت، 1993)، 1:45–47

9۔ علی بن محمد بن ابراہیم، تفسیر خازن (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵) ۴ / ۲۹۴

گرا دینا چنانچہ اس نے یہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکھرے ہوئے کھانے کو سمیٹنے لگے اور فرمایا" :اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو "واللہ! اور کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں۔[10] مطلب اس حدیث کا جو کئی طریق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے، یہ ہے کہ ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت اور پیدائش میں ہی اللہ نے پسندیدہ اخلاق، بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قرآن کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ ہیں، ہر حکم کو بجالانے اور ہر نہی سے رک جانے میں آپ کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتوں اور آپ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہے۔[11]

درج بالا تفسیر واضح کرتی ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاق عین تعلیماتِ قرآن تھیں اور آپ کا اخلاق چھوٹے بڑے سب کے ساتھ نہایت احسن تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

رسولِ کریم ﷺ کا اَخلاق تمام اَخلاقی اچھائیوں کا جامع ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حضرت نوحؑ کا شکر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُلّت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اخلاص، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وعدے کی سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت داوٗد علیہ السلام کا عذر، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی اور ان کے علاوہ تمام انبیاء علیہ السلام کے اَخلاق عطا فرمائے اور یہ وہ مقام ہے جو تمام انبیاءِ کرام علیہ السلام میں سے صرف سیّد المرسلین ﷺ کو عطا ہوا ہے۔[12]

حضور اکرم ﷺ کے عظیم اخلاق کو بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ؒ لکھتے ہیں

حق تعالیٰ نے فرمایا": وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ "اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے کہ ایک حِلم وصبر کیا، تیری جو خصلت ہے اِس درجہ عظیم وباشوکت ہے کہ اَخلاقِ عاقلانِ جہان مُجتمع ہو کر اس کے ایک شِمّہ یعنی قلیل مقدار کو نہیں پہنچتے، پھر اس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے۔[13]

رسول اللہ ﷺ کے فرامین یہ واضح کرتے ہیں کہ خود رسول اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد اخلاقِ حسنہ کی تکمیل قرار دیا ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے

10۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل(لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن) 6/111

11۔ حافظ عماد الدین، ابن کثیر في تفسیر القرآن العظیم (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۹)

12۔ اسماعیل حقی، روح البیان (بیروت: داراحیاء، س ن) ۱۰ / ۱۰۶

13۔ احمد رضا خان، فتاوی رضویہ (لاہور: رضا فاونڈیشن، 1996)، ۳۰ / ۱۶۴-۱۶۵

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اخلاق کے درجات مکمل کرنے اور اچھے اعمال کے کمالات پورے کرنے کے لیے مجھ کو بھیجا۔[14]

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاق قرآن پاک کی تعلیمات کے مطابق تھے۔ حضرت سعد بن ہشام سے مروی حدیث میں مذکور ہے

حضرت سعد بن ہشامؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا: اے اُمُّ المؤمنین! مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اَخلاق کے بارے میں بتایئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خُلق قرآن ہی تو ہے۔[15]

عبد المصطفیٰ اعظمی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں لکھتے ہیں

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم محاسنِ اَخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حِلم و عفو، رحم و کرم، عدل و انصاف، جود و سخا، ایثار و قربانی، مہمان نوازی، عدمِ تشدّد، شجاعت، ایفائِ عہد، حسنِ معاملہ، صبر و قناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلُّفی، تواضع واِنکساری اور حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فائز و سرفراز ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ '' کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن '' یعنی تعلیماتِ قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَخلاق تھے۔[16]

درج بالا تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اخلاقِ حسنہ کی ایک کامل شخصیت بحثیتِ نمونہ بنا کر بھیجا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمانہ اور حسنِ اخلاق کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں نافذ العمل کر کے ایک خوبصورت معاشرے کی تشکیل کی جاسکتی ہے۔

عصر حاضر کے اخلاقی مسائل اور سیرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رہنمائی

سیرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انسانی تاریخ کا وہ جامع اور عملی نمونہ ہے جس میں انفرادی اصلاح اور اجتماعی تنظیم دونوں پہلوؤں کی کامل رہنمائی ملتی ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جس معاشرے کی تشکیل کی، وہ اخلاقی زوال، قبائلی تعصبات اور سماجی ناانصافی کا شکار تھا، مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اخلاقی قیادت اور عملی حکمتِ عملی نے اسے ایک مستحکم، پرامن اور منظم معاشرے میں تبدیل کر دیا۔ سیرتِ طیبہ دراصل اس حقیقت کا عملی اظہار ہے کہ معاشرتی استحکام کی بنیاد طاقت، قانون یا معیشت سے پہلے اخلاق، عدل اور انسانی احترام پر قائم ہوتی ہے۔

---

[14]۔ محمد الحسن بن علی بن خلف، شرح السنہ (مظفر گڑھ: مکتبہ الفرقان، سن)۷ / ۹، الحدیث: ۳۵۱۶

[15]۔ مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم (لاہور: شبیر برادرز، ۲۰۰۷)، ص ۳۷۴، الرقم: ۱۳۹

[16]۔ عبد المصطفیٰ اعظمی، سیرتِ مصطفیٰ (کراچی: مکتبہ المدینہ، 2008) ص ۶۰۰

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ معاشرتی استحکام کے لیے ایک ہمہ گیر اور عملی نمونہ فراہم کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ اور مدینہ میں جس سماجی نظام کی بنیاد رکھی، وہ اخلاقی اقدار، عدل و انصاف اور باہمی احترام پر قائم تھا۔ قبائلی معاشرے میں جہاں طاقت اور نسب کو برتری حاصل تھی، وہاں رسول اللہ ﷺ نے تقویٰ اور کردار کو معیارِ فضیلت قرار دے کر سماجی مساوات کی بنیاد رکھی۔ اس اصول نے معاشرے کے کمزور طبقات کو تحفظ فراہم کیا اور اجتماعی انصاف کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ کی سیرت کے چند معاشرتی پہلو حسبِ ذیل ہیں۔

عدل و انصاف

عصرِ حاضر میں معاشرتی عدل و انصاف کا مسئلہ ایک سنگین چیلنج کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مختلف معاشروں میں قانون کی بالادستی کمزور ہوتی دکھائی دیتی ہے، جہاں طاقتور طبقہ اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے انصاف کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیتا ہے جبکہ کمزور اور محروم طبقات کو اپنے حقوق کے حصول میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کرپشن، سفارش، اقربا پروری اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے معاشرتی توازن کو بگاڑ دیا ہے، جس کے نتیجے میں طبقاتی خلیج بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عدالتی نظام میں تاخیر، انصاف کی خرید و فروخت اور قانون کے غیر مساوی اطلاق جیسے عوامل بھی عدل کے قیام میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک نمایاں پہلو آپ ﷺ کا عدل و انصاف ہے، جو دوست و دشمن، مسلمان و غیر مسلم سب کے لیے یکساں تھا۔ اس غیر جانبدارانہ عدل نے معاشرتی اعتماد کو مضبوط کیا اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنایا۔ اسی طرح عفو و درگزر اور تحمل کا رویہ، خصوصاً فتحِ مکہ کے موقع پر عمومی معافی، معاشرتی انتقام اور تصادم کے کلچر کو ختم کرنے کا ذریعہ بنا، جس سے دیرپا امن اور سماجی ہم آہنگی قائم ہوئی۔

> فتح خیبر کے بعد حسبِ معاہدہ وہاں کی پیداوار کی تقسیم کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ وہ وہاں گئے اور تخمینہ کر کے ہر کھجور کے درخت سے ایک خاص مقدار وصول کرنا چاہی تو اس پر یہودیوں نے کہا کہ یہ تو زیادہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں، تم لوگ جو حصہ لینا چاہو، لے لو۔ اس انصاف پسندی سے یہود اس قدر متاثر ہوئے کہ سب کے سب یک زبان ہو کر پکار اٹھے۔ هذا الحق وبه تقوم السماء والارض قدرضينا ان ناخذه بالذى قلت. [17]

[17] ۔ ابو داود سلیمان بن اشعث، أبو داود في السنن، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۲) 2: 129، رقم: 3409

رسول اکرم ﷺ کی اخلاق تعلیمات عدل و انصاف سے لبریز ہیں۔ آپ ﷺ نے نہ صرف عملی طور پر عدل و انصاف کی بہترین مثالیں قائم کیں بلکہ آپ ﷺ نے اپنے فرامین میں بھی عدل و انصاف کو قائم کرنے کی تاکید کی۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان ہے

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ" :مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ، وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ[18]."

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے” :کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا کے حقوق میں خیانت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کر دے گا۔

ان ہی تعلیماتِ نبویہ ﷺ کا یہ اثر تھا کہ نہ آپ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد نہ صرف خلافتِ راشدہ بلکہ بعد کی مسلم حکومتوں میں بھی عدل و انصاف کی عظیم مثالیں موجود ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ علماء حق نے بھی ہمیشہ عدل و انصاف کی بالا دستی کی تعلیم کی۔ چنانچہ محمد بن علی بن طباطبا، الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ میں واقعہ نقل کرتے ہیں

جب ہلاکو خان نے بغداد کو 756ھ میں فتح کر لیا تو اس نے حکم دیا کہ علماء دین سے یہ فتویٰ پوچھا جائے کہ عدل کرنے والا کافر بادشاہ افضل ہے یا ظلم کرنے والا مسلمان بادشاہ؟ پھر اس نے اس مقصد کے لیے مستنصریہ میں علماء کو جمع کیا۔ جب علماءِ دین کو اس فتویٰ کے بارے میں معلوم ہوا تو جواب دینے سے رک گئے۔ علماء کی اس مجلس میں اس زمانے کے نامور عالم رضی الدین علی بن طاؤس بھی موجود تھے جنھیں ان کے علمی مرتبہ و مقام کی بنیاد پر انتہائی قابلِ تعظیم واحترام سمجھا جاتا تھا۔ جب انھوں نے علماء کی اس ہچکچاہٹ کو دیکھا تو فتویٰ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ظلم کرنے والے مسلمان بادشاہ پر عدل کرنے والے کافر بادشاہ کی فضیلت کا فتویٰ دیتے ہوئے اس پر اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ ان کے بعد دیگر علماءِ دین نے بھی اس فتویٰ پر اپنے اپنے دستخط کر دیئے۔[19]

معاشرتی عدل و انصاف کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے دنیا پر حکمرانی کی اور عدل و انصاف کی ایسی بیشمار مثالیں قائم کیں جنہیں اپنا کر آج کے معاشرے میں عدل و انصاف کے مسائل کو حل کر کے ایک خوبصورت فلاح معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

امانت و دیانت

عصرِ حاضر میں امانت و دیانت کا فقدان ایک نمایاں اخلاقی و معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے، جس کے اثرات فرد سے لے کر اجتماعی نظام تک محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ مالی معاملات میں بد دیانتی، سرکاری و نجی اداروں میں کرپشن، امانت میں خیانت، اور پیشہ ورانہ ذمہ

18۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، سنن داري (لاہور: اسلامی اکادمی، سن) حدیث: 2831

19۔ محمد بن علی بن طباطبا، الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، (مصر: مکتبہ التجاریۃ، 1969) ص:11

داریوں میں کوتاہی جیسے رویے عام ہوتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح کاروبار میں دھوکہ دہی، ناپ تول میں کمی، اور وعدہ خلافی نے اعتماد کے بحران کو جنم دیا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی روابط کمزور اور باہمی اعتماد مجروح ہو رہا ہے۔

امانت و دیانت سیرتِ نبوی ﷺ کے وہ اوصاف ہیں جنہوں نے معاشرتی اور معاشی استحکام میں کلیدی کردار ادا کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی دیانت داری نے تجارتی معاملات میں اعتماد کو فروغ دیا اور معاشی سرگرمیوں کو اخلاقی بنیاد فراہم کی۔ مزید بر آں، حضور ﷺ نے خواتین، غلاموں، یتیموں اور غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کر کے معاشرے کو ایک متوازن اور انسانی وقار پر مبنی شکل دی۔ اسماعیل بن محمد الاصفہانی اور احمد بن الحسین البیہقی نبی اکرم ﷺ کے امانت و دیانت کے بارے میں بیان کرتے ہیں

> اعلانِ نبوت سے پہلے مکّہ کی معزّز، مال دار اور نہایت عقل مند خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا اپنا سامانِ تجارت ملکِ شام بھیجنا چاہتی تھیں اور ایک امانت دار آدمی کی تلاش میں تھیں۔ بی بی خدیجہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سچائی و حسنِ اخلاق کے ساتھ ساتھ صفتِ امانت داری سے بھی خوب آگاہ تھیں، چنانچہ آپ نے رحمتِ عالم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو یوں پیغام بھیجا: میری جانب سے آپ کو (سامانِ تجارت کے ساتھ شام) بھیجنے کی پیشکش کا سبب وہ بات ہے جو مجھے آپ کی (سچی) گفتگو، امانت داری اور اعلیٰ اخلاق کے بارے میں پہنچی ہے، (اگر یہ پیشکش قبول فرمالیں تو) میں آپ کو دیگر کے مقابلے میں دگنا مُعاوَضہ دوں گی۔ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِسے قبول فرمایا اور پہلے سے کئی گنا زیادہ نفع ہوا۔[20،21]

اعلانِ نبوت سے قبل بھی رسول اللہ ﷺ صادق اور امین کی نسبت سے مشہور تھے۔ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکین مکہ آپ کے جان کے دشمن بن گئے لیکن پھر بھی یہ لوگ آپ پر اعتماد کرتے۔ علامہ احمد بن محمد قسطلانی بیان کرتے ہیں

> اعلانِ نبوت کے بعد کفارِ مکہ رسولِ اکرم ﷺ کے بدترین دشمن ہوگئے تھے مگر اس کے باوجود یہ لوگ آپ کی دیانت داری پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے آپ کے پاس اپنی قیمتی چیزیں بطورِ امانت رکھوایا کرتے تھے۔ جب کفّارِ مکّہ کو آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے رات میں مدینہ ہجرت کر جانے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے آپ کے گھر کا مُحاصرہ کر لیا، ایسا دشمن جو جان لینے پر تُلا ہے مگر رحمتِ عالم ﷺ اُس وقت بھی اِن امانتوں کو لوٹانے کی فکر فرما رہے ہیں چنانچہ آپ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہُ عنہ کو امانتیں سپرد کیں اور تمام امانتیں لوٹانے کے بعد مدینہ آنے کا حکم دیا۔[22]

---

[20]۔ اسماعیل بن محمد الاصفہانی، دلائل النبوۃ للاصفہانی (الریاض: دار العاصمہ، ۱۴۱۲ھ) ص99-110

[21]۔ احمد بن الحسین البیہقی، دلائل النبوۃ للبیہقی (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1988) 66/2

[22]۔ علامہ احمد بن محمد قسطلانی، مواہب لدنیہ (لاہور: فرید بک سٹال، 2004) 101/1

حضور نبی اکرم ﷺ نے امانت کو دین میں خصوصی اہمیت دی ہے۔ آپ نے امانت کو دین کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

جس میں امانت نہیں اس کا دین کامل نہیں۔[23]

رسول اللہ ﷺ کے فرامین مبارکہ پر عمل کر کے امانت و دیانت کو معاشرے میں نافذ العمل کی جائے تو ایک خوبصورت معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جس کی عملی تصویر مدینہ منورہ اور اس کے بعد خلفا راشدین اور اسلامی حکومت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

عفو و درگزر

عصرِ حاضر میں عفو و درگزر کی کمی معاشرتی کشیدگی اور تنازعات کے بڑھنے کا ایک بڑا سبب بن چکی ہے۔ معمولی اختلافات بھی انا، ضد اور انتقامی جذبات کی بنا پر شدید جھگڑوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر کردار کشی، ذاتی حملے اور نفرت انگیز رویے اس رجحان کو مزید تقویت دیتے ہیں، جبکہ گھریلو اور معاشرتی سطح پر معاف کرنے کے بجائے بدلہ لینے کی سوچ غالب آتی جا رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف باہمی تعلقات خراب ہوتے ہیں بلکہ معاشرے میں برداشت، رواداری اور ہم آہنگی بھی متاثر ہوتی ہے۔

عفو و درگزر انسانی اخلاقیات کا وہ اعلیٰ ترین وصف ہے جو طاقت کے باوجود انتقام سے اجتناب اور اصلاح کو ترجیح دینے کا درس دیتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں عفو و درگزر محض انفرادی حلم کا مظہر نہیں بلکہ ایک شعوری اور حکیمانہ سماجی حکمتِ عملی کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذاتی اذیتوں، طویل مخالفت اور شدید دشمنی کے باوجود معافی اور برداشت کو اختیار کر کے معاشرتی تصادم کے اسباب کو ختم کیا اور انسانی دلوں کو جوڑنے کی بنیاد رکھی۔ یہی پہلو سیرتِ طیبہ کو معاشرتی استحکام، امن اور اخلاقی بالادستی کا ایک دائمی نمونہ بناتا ہے، جس کی افادیت ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے مسلم ہے۔ شمائل ترمذی میں آپ ﷺ کے عفو و درگزر کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے جہاں عفو و درگزر کو اپنانے کا درس دیا وہیں اس کی عملی مثالیں بھی قائم فرمائی۔ اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کو اپنی ذات پر کیے گئے ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا، جب تک اللہ پاک کی مقرر کردہ حدود کو نہ توڑا جائے اور جب اللہ پاک کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کو توڑا جاتا تو آپ شدید غضب ناک ہو جاتے اور جب آپ ﷺ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔[24]

23۔ احمد بن الحسین البیھقی، شعب الایمان (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000)، 4/320، الرقم: 5254

24۔ محمد بن عیسیٰ الترمذی، شمائل محمدیہ للترمذی (لاہور: مکتبہ البشری، 2009) ص 198، حدیث: 2032

رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف خود عملی طور پر عفوودرگزر اختیار کیا بلکہ امت کو بھی عفوودرگزر کی تعلیمات دی ہیں۔ حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان خذ العفو" عفو کو اختیار کرو "کی تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو کو اختیار کریں۔[25]

معلمِ اخلاق، رسول اللہ ﷺ کی عفوودرگزر کی تعلیمات پر عمل کے معاشرے کے اندر عدم برداشت، انتشار اور اخلاقی و معاشرتی مسائل کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

احترامِ انسانیت

احترامِ انسانیت کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیادی اخلاقی قدر ہے، جس کے بغیر سماجی استحکام، باہمی اعتماد اور پرامن بقائے باہمی کا تصور نامکمل رہتا ہے۔ عصرِ حاضر میں احترامِ انسانیت کا فقدان ایک سنگین معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے، جس کے اثرات زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ نسلی، لسانی اور مذہبی تعصبات، طبقاتی امتیاز، اور کمزور طبقات کے ساتھ ناروا سلوک نے انسانی وقار کو مجروح کیا ہے۔ سوشل میڈیا پر تضحیک، نفرت انگیزی اور کردار کشی کے رجحانات بھی انسانی عزتِ نفس کو متاثر کر رہے ہیں، جبکہ عملی زندگی میں مزدوروں، خواتین، اقلیتوں اور نادار افراد کے حقوق کی پامالی عام ہوتی جارہی ہے۔ یہ صورتِ حال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ معاشرہ انسانی احترام اور باہمی عزت کے بنیادی اصولوں سے دور ہوتا جارہا ہے۔

اسلام نے انسان کو محض اس کے مذہب، نسل یا سماجی حیثیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ بحیثیتِ انسان قابلِ تکریم قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں انسانی شرافت اور کرامت کو ایک اصولی قدر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس اعلیٰ اخلاقی اقدار کی کامل ترین عملی تعبیر ہے، جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ نبی کریم ﷺ نے احترامِ انسانیت کو محض وعظ و نصیحت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے معاشرتی رویّوں، عدل و انصاف، رواداری، عفوودرگزر اور کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کے ذریعے ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اس امر کی واضح رہنمائی کرتی ہیں کہ فرد کی اخلاقی اصلاح اور انسان کی عزت و وقار کا احترام ہی وہ بنیاد ہے جس پر ایک مستحکم، متوازن اور پُرامن معاشرہ

---

[25]۔ ابوداود سلیمان بن اشعث، أبو داود في السنن، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۲) حدیث:4787

قائم ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر پوری نسل انسانی کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فان دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام، کحرمة یومکم هذا،فی بلد کم هذا، فی شهرکم هذا"[26]

بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں (مقرر کی گئی) ہے۔"

لہٰذا کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا، اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا دوسروں پر حرام ہے۔ اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن ورواداری کا درس دیتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے، لیکن آپ نے ہمیشہ ان سے خود بھی حسن سلوک فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی یہی تعلیم دی، حتیٰ کہ نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے جنہوں نے صریحاً اعتراف ارتداد کیا تھا لیکن آپ ان کے سفارتکار ہونے کے باعث ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

انی کنت عند رسول الله ﷺ جالسا اذا دخل هذا (عبدالله بن نواحة) ورجل وافد ین من عند مسیلمة ۔ فقال لهما رسول الله ﷺ : اتشهدان انی رسول الله ؟ فقالا له: نشهد ان مسیلمة رسول الله ، فقال: امنت بالله ورسله ، لوکنت قاتلا وفداً لقتلتکما ۔ [27]

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب یہ شخص (عبد اللہ بن نواحہ) اور ایک اور آدمی مسیلمہ (کذاب) کی طرف سے سفارت کار بن کر آئے تو انہیں حضور اکرم نے فرمایا: کیا تم دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے (اپنے کفر وارتداد پر اصرار کرتے ہوئے) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ (معاذ اللہ) اللہ کا رسول ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کمال برداشت اور تحمل کی مثال قائم فرماتے ہوئے ارشاد) فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں سفارت کاروں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔"

اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی اَہمیت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ صاحبِ شریعت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے

26۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع،،۱۴۱۹ھ) ص:۲۸۰، حدیث نمبر ۱۷۳۹

27۔ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، سنن الدارمی (بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۱۷ھ) 2:307، الرقم ۲۵۰۳

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَکِ وَأَطْيَبَ رِيحَکِ، مَا أَعْظَمَکِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَکِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْکِ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔[28]

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہمیں احترام انسانیت کی واضح تعلیمات ملتی ہیں۔ رنگ، نسل اور زبان کے امتیاز سے بالاتر ہو کر انسانیت کو مقدم جاننا اور اسی بنیاد پر عدل وانصاف کا قیام معاشرے کے اندر خوبصورت اور تعمیری فضا قائم کرتا ہے جس سے خوشحال معاشرے تشکیل پاتے ہیں

عصرِ حاضر اور اخلاقی بحران

عصرِ حاضر سائنسی ترقی، تکنیکی سہولتوں اور مادی آسائشوں کے اعتبار سے بے مثال ہے، تاہم اخلاقی اعتبار سے یہ دور شدید بحران کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ انسانی زندگی میں تیز رفتار تبدیلیوں، مادہ پرستی، انفرادیت پسندی اور مفاد پرستی نے اخلاقی اقدار کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ نتیجتاً معاشروں میں سچائی، دیانت، ایثار، برداشت اور احترامِ انسانیت جیسی بنیادی اقدار کمزور ہوتی جارہی ہیں، جس سے سماجی عدم توازن اور بے یقینی کی فضا پیدا ہو گئی ہے۔

اخلاقی بحران کی ایک بڑی وجہ خاندانی نظام کی کمزوری ہے۔ مصروف طرزِ زندگی، ڈیجیٹل میڈیا کا غیر متوازن استعمال اور مادّی ترجیحات نے والدین اور اولاد کے تعلق کو متاثر کیا ہے، جس کے باعث نئی نسل اخلاقی تربیت سے محروم ہوتی جارہی ہے۔ اسی طرح تعلیمی اداروں میں علم تو فراہم کیا جارہا ہے، مگر کردار سازی اور اخلاقی شعور کی تربیت کو ثانوی حیثیت حاصل ہے، جو سماجی انحطاط کو مزید گہرا کر رہی ہے۔

معاشی اور سیاسی میدان میں بدعنوانی، ناانصافی اور طاقت کے غلط استعمال نے اخلاقی بحران کو مزید شدت دی ہے۔ جب قیادت اور ادارے اخلاقی اصولوں سے عاری ہو جائیں تو معاشرے میں قانون کی بالادستی کمزور پڑ جاتی ہے اور افراد خود غرضی و مفاد پرستی کو اپنا شعار بنالیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ سماجی انتشار، طبقاتی تفریق اور عدم اعتماد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[28] ۔ ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (بیروت: دار الفخر، ۲۰۰۳) 2: 1297، رقم: 3932

ان حالات میں سیرتِ نبوی ﷺ پر مبنی اخلاقی نظام ایک مؤثر حل پیش کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات عدل، رحمت، رواداری اور احترامِ انسانیت پر مبنی ہیں، جو عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران کا جامع علاج فراہم کرتی ہیں۔ اگر ان اخلاقی اصولوں کو فرد، معاشرہ اور ریاست کی سطح پر اپنایا جائے تو نہ صرف اخلاقی زوال کا تدارک ممکن ہے بلکہ ایک پُرامن، متوازن اور مستحکم معاشرہ بھی تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ایک شعر میں کہا ہے

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا ترے خالقِ حسن وادا کی قسم [29]

نتائج

اس تحقیقی مطالعے کے نتائج اس امر کو واضح کرتے ہیں کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کسی بھی معاشرے کے استحکام، ہم آہنگی اور پائیدار ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب اخلاق فرد کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں تو اس کے اثرات اجتماعی سطح پر اعتماد، عدل اور باہمی احترام کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کو وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ قرار دینا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ ایک کامل اخلاقی ماڈل پیش کرتی ہے جو ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے قابلِ عمل ہے۔ مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر کا اخلاقی بحران محض انفرادی مسئلہ نہیں بلکہ سماجی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی سطح پر اخلاقی انحطاط کا نتیجہ ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری، مادہ پرستی، ڈیجیٹل میڈیا کا غیر ذمہ دارانہ استعمال اور ادارہ جاتی بدعنوانی نے اخلاقی اقدار کو کمزور کیا ہے۔ اس کے برعکس، وہ معاشرے جہاں اخلاقی اصولوں کو عملی حیثیت حاصل ہو، وہاں امن، سماجی ہم آہنگی اور باہمی تعاون کو فروغ ملتا ہے۔ اس تحقیق کا اہم نتیجہ یہ ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ پر مبنی اخلاقی نظام عصرِ حاضر کے سماجی مسائل کا جامع اور مؤثر حل فراہم کرتا ہے۔

سفارشات

1. قرآنِ مجید میں بیان کردہ اخلاقی اقدار (جیسے صدق، امانت، عدل، احسان) کا دیگر الہامی اور غیر الہامی مذاہب کے اخلاقی تصورات سے تقابلی مطالعہ کیا جائے، تاکہ بین المذاہب اخلاقی ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکے۔

---

[29]۔ احمد رضا خان، حدائق بخشش (کراچی: مکتبہ المدینہ، 2012) صفحہ: 80

2. رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو عملی طور پر کس طرح نافذ کیا گیا اور اس کے معاشرتی اثرات کیا مرتب ہوئے، خصوصاً مدینہ کی ریاست کے تناظر میں مزید تحقیق کی جاسکتی ہے۔
3. موجودہ دور کے سماجی مسائل جیسے بدعنوانی، عدم برداشت، خاندانی ٹوٹ پھوٹ اور اخلاقی انحطاط کے اسباب و اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ تحقیق کی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار ان مسائل کے حل میں کس حد تک مؤثر ہو سکتی ہیں۔
4. آئندہ تحقیق میں یہ جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں اخلاقی تعلیم کو کس حد تک شامل کیا جارہا ہے اور کس طرح "اچھے اخلاق" کو تعلیمی نظام کا مستقل حصہ بنا کر معاشرتی استحکام کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔
5. جدید میڈیا (سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا) کے اخلاقی اقدار پر اثرات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ میڈیا کس طرح معاشرے میں مثبت یا منفی اخلاقی رجحانات کو فروغ دیتا ہے، اور اسے مثبت سمت میں کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. القرآن: 4/68
2. محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ)
3. مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم (لاہور: شبیر برادرز، ۲۰۰۷)
4. ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (بیروت: دارالفکر، ۲۰۰۳)
5. ابو داود سلیمان بن داشعث، أبو داود في السنن، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۲)
6. احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)
7. محمد بن عیسیٰ الترمذی، شمائل محمدیہ للترمذی (لاہور: مکتبہ البشری، 2009)
8. ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی، سنن الدارمی (بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۱۷ھ)
9. احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 2000)
10. اسماعیل حقی، روح البیان (بیروت: داراحیاء، س ن)
11. اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (ریاض: دار طیبہ، 1999)
12. حافظ عماد الدین، ابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۹)

13. علی بن محمد بن ابراہیم، تفسیر خازن (بیروت: دار لکتب العلمیہ، ۱۹۹۵)

14. محمد عبد اللہ المعطی، مباحث فی الاخلاق (مصر: دارالہدی، ۱۹۸۳)

15. امام غزالی، احیا العلوم (بیروت: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۴ھ)

16. شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ البالغہ (لاہور: شیخ غلام علی سنز، سن)

17. عبد الغفار حسن عمر، انتخاب حدیث (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶)

18. محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964)

19. اسماعیل بن محمد الاصفہانی، دلائل النبوۃ للاصفہانی (الریاض: دار العاصمہ، ۱۴۱۳ھ)

20. احمد بن الحسین البیھقی، دلائل النبوۃ للبیہقی (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1988)

21. علامہ احمد بن محمد قسطلانی، مواہب لدنیہ (لاہور: فرید بک سٹال، 2004)

22. شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ (لاہور: دارالاشاعت، 1993)

23. احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ (لاہور: رضا فاونڈیشن، 1996)

24. محمد الحسن بن علی بن خلف، شرح السنہ (مظفر گڑھ: مکتبہ الفرقان، سن)

25. عبد المصطفیٰ اعظمی، سیرتِ مصطفیٰ (کراچی: مکتبہ المدینہ، 2008)

26. محمد بن علی بن طباطبا، الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، (مصر: مکتبہ التجاریۃ، 1969)

27. احمد رضا خان، حدائق بخشش (کراچی: مکتبہ المدینہ، 2012)